”مسیحؑ کی صلیبی موت سے نجات“
لندن میں کامیاب کانفرنس

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۸ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اپنی خلافت کے زمانہ میں سب سے لمبے عرصہ تک غیر حاضر رہنے کے بعد آج میں پھر آپ میں کھڑا ہوں اور خطبہ دے رہا ہوں اور بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی فضل کیا اور اللہ تعالیٰ یہاں بھی بڑے فضل کرتا ہے۔

یہ عرصہ جو وہاں گزرا اس کا قریباً آخری ایک ماہ بیماری کا حصہ تھا۔ پہلے میں مختصراً اس کا ذکر کر دیتا ہوں۔ میرے دانتوں میں پچھلے سال سے یہ تکلیف شروع ہوگئی تھی کہ اوپر سے دانت ٹوٹ جاتا تھا اور اس کی جڑ مسوڑھے کے اندر رہ جاتی تھی۔ اوپر کے جبڑے میں پہلے ایک دانت ٹوٹا، پھر دوسرا ٹوٹا، پھر تیسرا، پھر چوتھا، پھر پانچواں۔ غرض پانچ دانت ایسے تھے جن کی جڑیں اندر پھنسی ہوئی تھیں اور اوپر سے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ ڈاکٹروں نے یہ کیا کہ پہلے امپریشن (Impression) وغیرہ لے کر ایک عارضی ڈینچر (Denture) سا بنایا اور پھر ایک وقت میں سارے جبڑے میں پچیس تیس ٹیکے لگا کر سارے دانت نکال دیئے۔ جو دو دانت نہیں ٹوٹے ہوئے تھے وہ بھی نکال دیئے اور اس طرح خدا تعالیٰ نے آئندہ کی تکلیف سے بچالیا لیکن اس وقت کچھ تکلیف ہوئی۔ نکالتے وقت تو زیادہ تکلیف نہیں ہوئی اور اگر تکلیف یا درد وغیرہ ہو بھی تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے ہمیں اس کی برداشت ہے لیکن اس کے بعد ساری رات

خون آتا رہا۔ رات کے دس اور گیارہ بجے کے درمیان انہوں نے میرے دانت نکالے تھے پھر اس کے بعد مسوڑھوں میں ورم اور زخم کی تکلیف ہوگئی جو عارضی (ڈینچر) Denture بنا تھا وہ ٹیکنیشن نے صحیح نہیں بنایا تھا اس لئے کبھی دائیں طرف زخم ہو جاتا تھا کبھی بائیں طرف زخم ہو جاتا تھا۔ رات دن یہ کیفیت رہی۔ شروع میں دو دن تو میں کسی قسم کا کھانا بھی نہیں کھا سکا چائے یا دودھ کی ایک پیالی پیتا رہا۔ پھر ہم نے سوچا کہ زیادہ لمبا عرصہ تو آدمی بھوکا نہیں رہ سکتا اس لئے کوئی اس قسم کا طبی پرہیزی شوربہ ہونا چاہیئے جس میں پروٹینز (Proteins) بھی شامل ہوں لیکن ہو شوربہ کیونکہ میں کچھ بھی چبا نہیں سکتا تھا۔ اس حد تک کہ اگر پکے ہوئے چاول بھی دانتوں کے نیچے آ جائیں تو ان سے بھی مجھے درد ہوتی تھی اور وہ بھی میں نہیں چبا سکتا تھا۔ اس کے بعد میرے وہاں سے روانہ ہونے سے پانچ چھ دن پہلے پیر والے دن ۲؍ تاریخ کو انہوں نے میرے منہ میں دوسرا مستقل ڈینچر لگایا (یہاں کی تو ہر چیز ہی عارضی ہے لیکن اس کو مستقل کہہ دیتے ہیں) چھ مہینے تک یہ ڈینچر رہے گا اس کے بعد پھر بدلنا پڑے گا۔ منہ کو اس کی عادت پڑنے اور اس کو منہ کی عادت پڑنے میں بھی کچھ وقت لگے گا۔ وہاں پر تین چار دفعہ جہاں جہاں خرابی تھی اور جس جگہ سے دباؤ ڈال رہا تھا اس جگہ سے اس کو ٹھیک کروایا تھا چنانچہ اب قریباً ٹھیک ہو گیا ہے لیکن ابھی یہ احساس باقی ہے کہ منہ میں ایک غیر چیز پڑی ہوئی ہے امید ہے کہ پانچ دس دن کے بعد انشاء اللہ وہ بھی دور ہو جائے گا۔ بہرحال تکلیف آئی اور خدا کے فضل سے گزر گئی اور اللہ تعالیٰ نے رحم کیا کہ کوئی اور الجھن پیدا نہیں ہوئی اور نیا ڈینچر لے کر میں آپ کے پاس یہاں پہنچ گیا ہوں اور آج خطبہ دے رہا ہوں۔ تاہم یہ تو معمولی چیز تھی دعا کریں، میں بھی آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صحت والی اور کام کرنے والی زندگی عطا کرے۔

میرے اس دورے کے دو حصے ہیں۔ ایک کا تعلق تو اس کانفرنس کے ساتھ ہے جو وہاں ہوئی اور جس کا عنوان تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے تھے اور دوسرا حصہ وہ ہے جو میں نے بعد میں یورپ کا دورہ کیا اور اسلام کی تعلیم ان لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ یہ جو کانفرنس ہوئی اس میں یہ انتظام بھی کیا گیا تھا کہ بولنے والی

Movie 16mm لی جائے۔ بعد میں اسے Super 8mm بنایا جو یہاں بھی دکھائی جاسکتی ہے۔ وہ تیار ہوگئی ہے اور یہاں پہنچ جائے گی وہاں تو میں نے دیکھی ہے اچھی خاصی ہے آپ بھی اسے دیکھ لیں گے۔

۲،۳،۴؍ جون کو یہ کانفرنس تھی اور اس سے پہلے انگلستان کے اخبارات نے بھی اور یورپ کے بعض اخبارات نے بھی بہت کچھ لکھا۔ پھر جلسہ سالانہ کے موقع پر یہاں جو صحافی آئے ہوئے تھے انہوں نے ڈیلی ٹیلیگراف میں پانچ چھ صفحے کا ایک نوٹ دیا اور یہ اخبار دس لاکھ سے بھی زیادہ تعداد میں چھپتا ہے مجھے صحیح یاد نہیں ممکن ہے کہ پندرہ یا بیس لاکھ چھپتا ہو لیکن بہرحال دس لاکھ سے زیادہ چھپتا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے انہوں نے اس میں کچھ اپنی بھی چلائی لیکن ہماری بھی بہت سی باتیں وہ لکھ گئے ہیں۔ غرض اس رنگ کا پراپیگنڈا اور اشاعت وہاں ہوئی کہ انگلستان کے چرچ کو کچھ پریشانی سی لاحق ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے کانفرنس سے قریباً دس دن پہلے اپنی طرف سے ایک ریلیز (Release) ایک خبر اخبارات کو بھجوائی اور اس کے نیچے یہ نوٹ دیا کہ اسے فلاں تاریخ سے پہلے شائع نہ کیا جائے۔ غالباً ۳۰؍ مئی یا یکم جون کی تاریخ تھی اور وہ ریلیز ہمارے مشن کو بھی بھجوادی۔ میں نے اس کا جواب تیار کیا۔ کانفرنس میں میں نے بھی ایک چھوٹا سا مضمون پڑھا تھا۔ اپنے مضمون کے بعد میں نے ان کی ریلیز پڑھ کر سنوادی اور پھر اس کا جواب خود میں نے پڑھ کر سنایا۔ ایک تو ان کا خط تھا اور اس کے نیچے ان کی ریلیز تھی۔ وہ دو علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر تھے اور یہی دستور ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ ہم Open Dialogue کرنا چاہتے ہیں یعنی کھلی بات چیت ہو۔ ہر ایک کو پتا ہو کہ کیا تبادلۂ خیال ہوا ہے اور اسی خط کے اندر کے حصے میں تھا کہ Unpublicised Dialogue ہونی چاہیئے یعنی ایسا تبادلۂ خیال جس کی اشاعت نہ ہو۔ Open اور Unpublicised تو ویسے ہی متضاد چیزیں ہوگئیں۔ میں نے اپنے جواب میں کہا تھا کہ یہ تو ساری دنیا کے ساتھ تعلق رکھنے والا معاملہ ہے اس کی اشاعت ہونی چاہیئے اور صرف انگلستان میں ہی کیوں۔ میں نے دنیا کے مختلف حصوں کے نام لے کر کہا کہ ہم ہر جگہ تبادلۂ خیالات کرنے کو تیار ہیں اور صرف انگلستان کی کونسل آف چرچز سے ہی کیوں، ہم کیتھولکس سے بھی تبادلۂ خیال کرنے کو تیار ہیں۔ دنیا کو

پتا لگنا چاہیئے کہ وہ عقائد جو غلط طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے اور وہ واقعات جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔ میں نے اس کا وہاں اعلان کیا اور یہ اخباروں میں بھی آ گیا اور پھر انہی صاحب کو جن کے دستخط سے کونسل آف چرچز کی طرف سے دعوت نامہ ملا تھا وہاں کے مشنری انچارج عزیز بشیر رفیق صاحب کی طرف سے خط گیا کہ ہمارے امام نے آپ کا دعوت نامہ قبول کرلیا ہے اور وہ اس قسم کی بحث یا تبادلۂ خیال کا انتظام کریں گے لیکن بڑا لمبا عرصہ گذر گیا اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ کانفرنس کے آخری دن ۴؍جون کو میں نے یہ اعلان کیا تھا پھر ان کو ایک یاددہانی کروائی گئی اور اس یاددہانی کا جواب دس پندرہ دن کے بعد ایک اور دستخط سے یہ آیا کہ ان صاحب نے جن کے دستخط سے دعوت نامہ آیا تھا مجھے یہ کہا ہے کہ میں ان کی طرف سے آپ کو یہ جواب لکھ دوں کہ چونکہ انہیں اسلام کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں اس لئے آپ نے جو پوائنٹس، جو نکات اٹھائے ہیں ان کے متعلق جب تک وہ ان پادریوں سے مشورہ نہ کرلیں جو اسلام کے متعلق معلومات رکھتے ہیں اس وقت تک وہ جواب نہیں دے سکتے ان سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کو جواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں جماعت پھیلی ہوئی ہے۔ ساری دنیا میں ہمارے جو مبلغ ہیں انہیں میں نے لکھا کہ چونکہ دعوت کے جواب میں میں نے کیتھولکس کو بھی شامل کیا ہے اس لئے آپ بڑے پیار کے ساتھ انہیں تبادلۂ خیال کے لئے بلائیں۔ اپنے جواب میں بھی میں نے لکھا تھا کہ پیار کے ساتھ اور امن قائم رکھتے ہوئے اس قسم کے تبادلۂ خیالات ہونے چاہئیں۔ چنانچہ کیتھولک بشپس کو بھی دنیا کے مختلف حصوں میں لکھا گیا اور ان کا ردعمل یہ تھا کہ اکثر نے جواب ہی نہیں دیا جنہوں نے جواب دیا ان میں سے ایک جاپان کے کیتھولک بشپ ہیں، ایک برلن کے کیتھولک بشپ ہیں اور بعض اَور ہیں جن کے علاقوں کے نام مجھے یاد نہیں۔ انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ مسیح کی خدائی ہمارا پختہ عقیدہ ہے اس لئے اس معاملہ پر ہم آپ سے کسی قسم کی بات کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔

عقل ہمیں یہ کہتی ہے کہ تبادلۂ خیال کرنے کی ضرورت اسی وقت پڑتی ہے جب

دوؔ گروہوں کے پختہ عقائد میں تضاد پایا جائے یا اختلاف پایا جائے۔ اگر ساری دنیا ایک عقیدے پر متفق ہوجائے تو تبادلۂ خیال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے جواب میں بھی میں نے یہی کہا تھا کہ تمہارا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ تین خدا ہیں اور مسیح ان میں سے ایک ہے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت اس عالمین کی بنیاد ہے۔ اب یہ دومتضاد عقائد ہیں۔ پس ہمارا مذہبی اختلاف ہوگیا۔ ہمیں پیار کے ساتھ بیٹھ کر ایک دوسرے کو دلائل دے کر سمجھانا چاہیئے لیکن اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے اس لئے ہم بحث نہیں کرتے۔ بہرحال انہوں نے اس طرح چھٹکارا حاصل کرلیا اور میرا یہ خیال نہیں کہ کونسل آف چرچز بھی اس بات پر آمادہ ہو۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس وقت کی دنیا میں تھوڑے بہت عقل کے تقاضے بھی مانے جانے لگ گئے ہیں یعنی دنیا کہتی ہے کہ ہمیں عقل کے کچھ نہ کچھ تقاضے تو پورے کرنے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات کھول کر بیان کی ہے وہ یہ کہ بعض باتیں بالائے عقل ہوتی ہیں اور ہم انہیں مانتے ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی صفات کا اور ان صفات کے جلووں کا احاطہ کرلینا عقل کی طاقت میں نہیں ہے بلکہ یہ بات بالائے عقل ہے اور بعض باتیں خلافِ عقل ہوتی ہیں، عقل کہتی ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ دوؔ علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں مثلاً یہ کہنا کہ یہ تین انگلیاں تین بھی ہیں اور ایک بھی ہے یہ خلافِ عقل ہے بالائے عقل نہیں ہے۔ میں یہ جب کہتا ہوں کہ وہ تبادلۂ خیال نہیں کریں گے تو یہ اس لئے کہتا ہوں کہ آج کی دنیا میں عقل نے یہ منوالیا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو میری بھی مانو اور اگر وہ عقل کی مانیں تو انہیں اپنے عقائد چھوڑنے پڑتے ہیں اور ان لوگوں کو اپنی کمزوری کا بے حد احساس پیدا ہو چکا ہے۔

اب میں وقت اور مکان ہر دو کے لحاظ سے تھوڑی سی چھلانگ لگا کر آپ کو سٹاک ہام جو سویڈن کا دارالحکومت ہے لے جاؤں گا۔ ۴؍جون کو تبادلۂ خیال والی بات شروع ہوئی تھی اور یہ جولائی کے آخر کی بات ہے کہ میں سٹاک ہام میں تھا تو وہاں پریس کانفرنس میں ایک پادری صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ہمیں یہ پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کہ کسی عیسائی اخبار سے اُن کا تعلق تھا یا نہیں تھا وہ آئے تھے۔ آئیں تشریف رکھیں باتیں ہوں گی۔

میری یہ عادت ہے کہ میں پریس کانفرنس میں سوائے اسلام کی باتوں کے اور کوئی بات

نہیں کرتا۔ سیاست کی بات میں اس لئے نہیں کرتا کہ نہ میں سیاسی آدمی ہوں اور نہ جماعتِ احمدیہ کو سیاست سے کوئی غرض ہے اور وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی سیاسی بات شروع ہو جائے تا کہ اگر اخبار میں کچھ دینا چاہیں تو جو سیاسی باتیں ہوں ان کا ذکر کر دیں اور اسلام کے متعلق کچھ بھی نہ لکھیں اور میں نہیں چاہتا کہ ان کو ایسا کرنے دیا جائے۔ جب میں صرف اسلام کی بات کروں گا تو یا تو وہ کچھ بھی نہیں لکھیں گے اور اگر لکھیں گے تو اسلام کے متعلق ہی لکھیں گے۔ میں نے باتیں شروع کر دیں۔ جس طرح دینی تعلیم دینے کے لئے ہمارا جامعہ احمدیہ ہے اسی طرح ان کی اپنی یونیورسٹیاں ہیں جہاں وہ پادریوں کو مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ پادری صاحب کہنے لگے کہ میں وہاں کا گریجوایٹ ہوں یعنی بہت تعلیم یافتہ پادری تھے۔ مجھے خود ہی پوچھنے لگے کہ آپ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے صلیب سے زندہ اتارے گئے، آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔ میں نے بتایا ہے نا کہ میں سوائے اسلام کے اور کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ انہوں نے خود ہی بات چھیڑ دی۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھ سے دلائل مت پوچھو حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری تمہیں پہلے ہی کافی دلائل دے چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ حواریوں کا یہ بیان ہے کہ صلیب پر چڑھائے جانے کے کئی دن بعد حضرت مسیح پیدل ان کے ہم سفر ہوئے کئی میل کا سفر کیا، تھک گئے اور تھکاوٹ کے آثار دیکھ کر حواریوں نے کہا کہ آگے نہ جائیں بلکہ رات ہمارے ساتھ گزاریں اور آرام کریں۔ اس سفر میں وہ بھوک سے اتنے نڈھال ہو گئے کہ مانگ کر ان سے کھانا کھایا اور انجیل کہتی ہے کہ حواریوں نے مچھلی اور شہد ان کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے وہ کھایا۔ غرض پیدل چلے تھک گئے، بھوک لگی کھانا کھایا، رات وہاں سوئے۔ کیا وہ خدا تھے؟ اور یہ صلیب پر چڑھائے جانے کے کئی روز بعد کا واقعہ ہے اور یہ انجیل میں لکھا ہے اور حواریوں نے اسے بیان کیا ہے تو اس کے جواب میں مجھے کہنے لگا کہ او ہو آپ تو بات ہی نہیں سمجھتے۔ بات یہ تھی کہ وہ اپنی مرضی سے کبھی روح بن جاتے تھے اور کبھی مادی جسم میں حلول کر جاتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی Theatrical Performance یعنی کوئی تماشا تو نہ تھا۔ میں نے کہا کہ اگر تماشا دکھانا تھا تو انہی کو کیوں دکھایا تمہیں آ کر کیوں نہیں دکھایا۔ دو ہزار سال سے ایسا کرتے آتے کہ اپنی مرضی سے کبھی روحانی جسم اختیار کر لیتے

اور کبھی مادی جسم اختیار کر لیتے۔ خیر اس پر وہ چپ ہو گیا پھر میں نے اس سے کہا کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ایک طرف تو تم انہیں خدا کہتے ہو اور دوسری طرف تمہارے بہت سے فرقے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدائی کے باوجود تین دن اور تین راتیں جہنم میں گزاریں، Hell میں گزاریں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ وہ Hell تھی کہاں جہاں انہوں نے تین دن رات گزارے؟ اگر وہ کوئی اور جواب دیتے تو میں اس کے لئے تیار تھا اور میرے ذہن میں تھا کہ وہ کوئی اور جواب دیں گے مگر میرے اس سوال پر کہ وہ Hell کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ .Hell is Down Down Down کہ Hell نیچے نیچے نیچے ہے۔ جب انہوں نے یہ جواب دیا تو میں نے اپنی مٹھی آگے کی اور کہا کہ فرض کرو یہ کُرّۂ اَرض ہے اور ہم یہاں ہیں۔ تم کہتے ہو کہ Hell is Down Down Down اور نیچے یہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ ہے تو کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے تین دن رات جہنم میں امریکہ میں گزارے تھے تو جواب دیا کہ ممکن ہے وہیں گزارے ہوں۔ ان کی یونیورسٹی کا گریجوایٹ اس قسم کے جواب دے رہا ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ اس وقت یہ لوگ بڑے پریشان ہیں کہ یہ کیا ہو گیا۔ خود ہی دعوت دے دی اور کیتھولکس کے متعلق تو مجھے پتا تھا پندرہ بیس سال سے مجھے علم ہے کہ انہوں نے کیتھولکس کو یہ کہا ہوا ہے کہ نہ کسی احمدی سے بات کرو اور نہ کسی سے کوئی کتاب لے کر پڑھو۔ ان سے بات ہی نہیں کرنی۔

لندن کے اخبارات پر چرچ نے بہت دباؤ ڈالا۔ پریس ریلیز سے پہلے انہوں نے کافی لکھا تھا۔ ڈیلی ٹیلیگراف نے تو اپنے رنگین سنڈے ایڈیشن میں ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ دیا اور اس میں ہمارے عقائد بھی پوری طرح بتا دیئے، کچھ عیسائیوں کے عقائد بھی بتا دیئے۔ آگے سمجھنے والے خود ہی فیصلہ کریں گے۔ دیگر اخبارات نے بھی لکھا لیکن اس پریس ریلیز کے بعد لندن کے اخبارات نے کچھ نہیں لکھا۔ بعض لوگوں نے اسے محسوس بھی کیا لیکن ہمیں اس سے کیا کہ کوئی لکھتا ہے یا نہیں ہم نے تو اسلام کی صداقت کے اظہار کے لئے تدبیر کرنی ہے اور اس کے نتائج نکالنا میرا نہ تیرا کسی کا کام نہیں۔ خدا تعالیٰ بغیر ہماری تدبیر کے بھی نتائج نکالتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا اس زمانے میں یہ منصوبہ ہے کہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرے گا ہم تو

ثواب حاصل کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی غریبانہ طاقت کے مطابق کوئی کام کر دیتے ہیں اور وہ اپنے فضل سے اسے قبول بھی کرتا ہے اور نتائج بھی نکالتا ہے لیکن لندن کے علاوہ انگلستان کے اخباروں نے چار چار صفحے بھی لکھے، سپلیمنٹ نکالے، چھوٹے نوٹ بھی لکھے۔ نیز باہر والوں نے بھی نوٹ لکھے۔ وہاں انگریزوں کی ایک ایجنسی ہے جس کا کام اخبارات وغیرہ میں خبریں شائع کرانا اور اعداد اکٹھے کرنا ہے۔ ان کی رپورٹ یہ تھی کہ اس وقت تک ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے چودہ کروڑ انسانوں تک وہ آواز پہنچ چکی ہے جو ہم پہنچانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے اور اس میں وہ اخبار شامل نہیں ہیں جو مثلاً افریقہ میں چھپے اور جن کے تراشے ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ نائیجیریا میں عیسائیوں کے ایک اخبار نے چار صفحے کا ضمیمہ دیا۔ اسی طرح ساؤتھ امریکہ کے ایک اخبار میں بھی نوٹ شائع ہوا ہے جس کی خبر ابھی صرف ایک شخص کو آئی ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کا تراشہ بھی مل جائے اسی طرح جاپان کے کئی اخباروں نے نوٹ دیئے اور ان میں خط و کتابت بھی شائع ہوئی۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے چھوٹی سی جماعت ہے ہماری تو کوئی طاقت ہی نہیں۔ **لَا فَخْرَ** ہی ہے اپنی طاقت پر گھمنڈ نہیں۔ جب لندن میں یہ بات ہوئی تو عطاء المجیب صاحب نے جو جاپان میں ہمارے مبلغ ہیں اخبار میں یہ ساری تفصیل دے دی کہ انہوں نے دعوت دی اور یہ جواب ہے اور ہمارے عقائد یہ ہیں کہ مسیح صلیب سے زندہ اتارے گئے تھے اور مرہم عیسیٰ کا بھی ذکر کیا۔ یعنی اس پر اپنا ایک چھوٹا سا نوٹ دے دیا۔ بعد میں کسی نے اس کی تائید میں بھی لکھا لیکن بہت سے لوگوں نے غصے میں لکھا کہ غلط عقائد ہیں اور تم شائع کر رہے ہو۔

اخبار کے اندر اچھی خاصی بحث شروع ہوگئی۔ پہلے ان کا خط شائع ہوا پھر اس کا جواب دیا گیا پھر اخبار نے ان کو کہا کہ جواب دینا ہے تو دے دو۔ چنانچہ انہوں نے جواب دیا۔ جب اسی طرح دو چار دفعہ ہو چکا تو اخبار نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اس بحث کو بند کرنا چاہیئے کافی لمبی ہوگئی ہے لیکن انہوں نے عطاء المجیب کو کہا کہ ہم اس بحث کو بند کر رہے ہیں اب تم نے جو لکھنا ہے وہ ہمیں بھیج دو وہ ہم شائع کریں گے اور اس کے نیچے لکھ دیں گے کہ آئندہ اس بارہ میں ہم کچھ شائع نہیں کریں گے یعنی اخبار نے پھر ہمیں موقع دے دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہمارا تو

کوئی زور نہیں چلتا اور ابھی نیا مشن ہے اور اس کی کوئی ایسی آواز بھی نہیں مگر خدا تعالیٰ کو تو اس کی تدبیر میں کوئی انسان ناکام نہیں کرسکتا۔

اس کانفرنس کا اثر باہر کی جماعتوں پر بڑا خوشکن ہوا ہے۔ میرے کہے بغیر سارے امریکہ کی مجلس عاملہ نے جو وہیں کے باشندوں پر مشتمل ہے اپنے سر جوڑے اپنی میٹنگ کی اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ جو بہت بڑا پراپیگنڈا ہو گیا ہے، دنیا گند کے اندر پھنسی ہوئی ہے اس لئے اب یہ بار بار ہونا چاہیئے اور دنیا کے کانوں تک یہ آواز بار بار جانی چاہیئے۔ اس لئے دو سال کے بعد امریکہ کی جماعتیں اس قسم کی کانفرنس امریکہ میں کروائیں اور اس سے پہلے انہوں نے اس سلسلے میں پراپیگنڈا کرنے کے لئے نمونے کے طور پر ایک اور چھوٹا سا منصوبہ بنایا ہے تو انشاء اللہ دو سال کے بعد وہاں بھی کانفرنس ہو جائے گی۔

امریکہ کا قومی مزاج بھی اور وہاں کے اخبارات اور ریڈیو اور ٹیلیویژن کا مزاج بھی انگلستان اور Continent (براعظم) کے مزاج سے مختلف ہے۔ وہ چرچ کا دباؤ جلدی قبول نہیں کرتے۔ اگر Lobbying زیادہ ہو جائے تو قبول کر لیتے ہیں لیکن اتنی جلدی قبول نہیں کرتے جتنی جلدی مثلاً میرے خیال میں لندن کے اخباروں نے کیا۔ اگرچہ وہ اس سے انکار کرتے ہیں لیکن ان کے چپ رہنے کی کوئی اور وجہ نہیں تھی۔ میں جب ۱۹۷۶ء میں نیویارک گیا تو وہاں پریس کانفرنس میں ایک ٹی وی (T.V) والے بھی آئے ہوئے تھے۔ وہاں ٹی وی (T.V) پرائیویٹ ہے وہ اپنے پیسے کماتے ہیں اور بڑے پیسے کماتے ہیں ان کے نرخ بہت زیادہ ہیں، ایک منٹ کے دو ہزار ڈالر یعنی بیس ہزار روپیہ لیتے ہیں۔ خیر وہ پریس کانفرنس میں آئے اور ٹی۔ وی (T.V) کے لئے تصویریں بھی لیتے رہے اور ان کی ٹیم کا انچارج جو پڑھا لکھا آدمی تھا گفتگو بھی کرتا رہا اور اس رات کو یا شاید اگلی رات کو انہوں نے آدھے گھنٹے کی ٹی وی (T.V) دکھا دی۔ گویا ساٹھ ہزار ڈالر یعنی چھ لاکھ روپیہ کی۔ اگر ہم ان کو کہتے کہ اتنی دیر دکھاؤ تو وہ کہتے کہ چھ لاکھ روپیہ نکالو تب دکھائیں گے۔ پس خدا نے یہ تدبیر کر دی اور وہاں کے اخباروں نے بڑے لمبے نوٹ دیئے۔ میں تو آرام آرام سے اور پیار کے ساتھ اسلامی تعلیم ان کو بتاتا ہوں اور اسلامی تعلیم میں آپ یاد رکھیں بڑا ہی حسن ہے اور بڑی ہی قوتِ احسان ہے۔

ان کو سمجھانا چاہیئے کہ دیکھو کس طرح قرآن کریم کی شریعت تم پر احسان کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمہاری بھلائی اور تمہاری شرافت کا اور ساری دنیا کو زمین سے اٹھا کر آسمانوں تک لے جانے کا جو منصوبہ بنایا ہے اس کے اندر یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ اتنا اثر ہوتا ہے ان پر کہ آپ احمدی بھی یہاں گھر بیٹھے اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان سے جا کر باتیں کریں تو تب پتا لگتا ہے۔ ابھی میں مختصر کچھ باتیں بتاؤں گا پھر اگلے خطبوں میں جتنا وقت ملے گا بتاتا جاؤں گا۔ اس وقت میں ایک حصہ بتا رہا ہوں جس کا تعلق کانفرنس کے ساتھ ہے۔

اس ’’کانفرنس‘‘ میں سب سے آخر میں میں نے بولنا تھا اور میرے لئے مسئلہ یہ تھا کہ سوائے دعا کے اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اگر اس کو ایک کتاب کہیں تو کتاب کے بہت سے باب ہوتے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی نہ کسی مقرر نے ان ابواب کے عنوان کے ماتحت چھوٹے سے چھوٹے مضمون کو بھی تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔ آخر میں میری باری تھی میں نے بڑی دعا کی، بڑی دعا کی، دعا کی توفیق بھی خدا تعالیٰ دیتا ہے۔ دعا یہاں سے شروع ہوئی کہ دماغ کھلتا ہی نہیں تھا بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے۔ دماغ بند تھا کئی کئی گھنٹے لگاؤں لیکن ایک لفظ بھی نہ لکھا جائے اور نہ لکھوایا جا سکے۔ کچھ سمجھ نہ آئے کہ کیا معاملہ ہے خدا تعالیٰ نے دعائیں کروائی تھیں آخر وہ وقت بھی آیا کہ خدا تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کر لیا۔ چنانچہ ایک دن ایک منٹ میں خدا تعالیٰ نے دماغ کھول دیا۔ پہلے میں فرینکفرٹ میں قریباً بیس بائیس دن رہا تھا وہاں بھی دماغ نہیں کھل رہا تھا۔ میں نوٹ لکھتا تھا لکھواتا تھا لیکن تسلی نہیں ہوتی تھی آخر جب خدائے عزیز وکریم کا فضل نازل ہوا اور میں نے مضمون مسلسل لکھوانا شروع کر دیا اور خدا نے بڑا فضل کیا کہ وہ ایسا مضمون ہو گیا جس قسم کا میں خدا کے فضل سے امید رکھتا تھا کہ مجھے عطا ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں ایک بات خدا تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ ڈالی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی ’’کفن مسیح‘‘ کے متعلق عیسائی دنیا میں بحث چل پڑی تھی۔ ویسے تو یہ دیر سے کفن دکھا رہے ہیں لیکن انیسویں صدی میں بھی انہوں نے دو تین دفعہ اس کی زیارت کروائی اور ستر ستر اسی اسی لاکھ آدمی ہر زیارت پر وہاں گئے اور انہوں نے زیارت کی

اور اخباروں میں اس کا چرچا ہوا۔ سب کچھ ہوا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائی عقائد کے متعلق اتنا مواد اکٹھا کرنے کے باوجود کہ یہ عقائد مسیح کی شان کے خلاف ہیں، یہ عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شریعت کے خلاف ہیں، یہ انسانی عقل کے خلاف ہیں، یہ بنیادی حقائق عالمین کے خلاف ہیں، آپ نے کفنِ مسیحؑ کا کہیں نام بھی نہیں لیا۔ میں فرینکفرٹ میں ہی تھا کہ خدا تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ ڈالا کہ اس کو بالکل اہمیت نہیں دینی۔ آج کل اسے بہت اہمیت دی جارہی ہے اور ہمارے بعض مضمون نگاروں نے بھی وہاں دی لیکن میری آخر میں باری تھی۔ میں نے یہ موقف اختیار کیا کہ جہاں تک Shroud of Turin یعنی اس کفنِ مسیحؑ کا تعلق ہے جو انہوں نے ٹیورن میں رکھا ہوا ہے ہمارے نزدیک اسے کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیئے اس لئے کہ اگر یہ محفوظ نہ رہتا اور مرورِ زمانہ اس کی یاد بھی انسان کے دماغ سے مٹا دیتا تب بھی ان دلائل پر جو ہمارے پاس موجود ہیں کوئی اثر نہ پڑتا لیکن اصل میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اہمیت نہیں دی اور آپ کے نائب یعنی خلیفۂ وقت کو بھی نہیں دینی چاہیئے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ لوگ اسے بھول ہی جاتے اور چودہ فٹ لمبی یہ چادر جو ہے اگر تباہ ہو جاتی تو کیا فرق پڑنا تھا۔ ہمارے پاس بڑے زبردست دلائل موجود ہیں یہ معاملہ تو چرچ کو طے کرنا چاہیئے کہ اگر یہ بناوٹ تھی تو انہوں نے اس پر ماننے والوں کے اربوں روپے کیوں خرچ کروا دیئے کہ جو اس کو مقدس سمجھتے ہوئے دنیا کے کونے کونے سے اس کی زیارت کرنے کے لئے آئے اور اگر یہ واقعی اصلی ہے تو ایک اور دلیل مل جائے گی اور ہمارے پاس تو ہزاروں دلائل پہلے سے موجود ہیں اس کی کوئی ایسی اہمیت نہیں۔

جب ہماری اس کانفرنس کا چرچا ہوا جو ہم ۲،۳،۴؍جون کو کر رہے تھے تو اس سے پہلے چرچ کا یہ اعلان شائع ہو چکا تھا کہ مئی کے شروع میں سائنسدان کفنِ مسیحؑ کا سائنسی تجزیہ کریں گے اور معلومات حاصل کریں گے، تصویریں لیں گے، اس کی عمر معلوم کریں گے۔ ان کو خدا تعالیٰ کے ایک نئے قانون کا پتا لگا ہے جس سے عمر معلوم ہو جاتی ہے اور وہ تجربہ قریباً قریباً بتا دیتا کہ اس پر ساڑھے انیس سو اور ساڑھے بیس سو سال کے درمیان زمانہ گزر چکا ہے۔ چرچ

نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ تحقیق ہوگی لیکن جس وقت ہماری اس کانفرنس کا چرچا ہوا تو اعلان ہوگیا کہ وہ غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے اور تو کیا تیار تھے، سائنسدان تیار تھے۔ انہوں نے اس کے لئے انتظام کیا ہوا تھا اور پیسے خرچ کئے ہوئے تھے۔ امریکہ کی ائرفورس کے سائنسدان بھی آ رہے تھے کیونکہ ائر فورس کے لئے بہت سی نئی ایجادات ہوئی ہیں جن کو انہوں نے یہاں استعمال کرنا تھا۔ غرض چوٹی کے ماہرین سائنسی تحقیق کے لئے آ رہے تھے اور انہوں نے آرام سے کہہ دیا کہ وہ نہیں ہوگی۔ ہم نے کہا ایک تو اثر ہوا ان پر۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے کہ یہ بھی شرارت ہی کی ہو کہ ہم زور دیں کہ بس ہمارے دلائل کا سارا انحصار ہی کفنِ مسیحؑ پر ہے اور وہ تو ان کے ہاتھ میں ہے وہ بعد میں کہہ دیں کہ وہ تو ہے ہی Fake اور مصنوعی اور بناوٹی چیز۔ کسی نے عیسائیت کے ساتھ دجل کیا ہے۔ یہ چادر تو اس وقت کی ہے ہی نہیں اور پھر وہ سمجھیں گے کہ ہمارے سارے دلائل ختم ہو جائیں گے۔ ہم نے کہا کہ ہم یہ دلیل ہی نہیں لیتے اَور تھوڑے دلائل ہیں! اب میرے آنے سے چند دن پہلے مجھے امریکہ سے ایک اقتباس آیا ہے جس میں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ اکتوبر میں (جبکہ کانفرنس کو کئی ماہ گزر چکے ہیں) سائنسی تحقیق ہوگی لیکن اس کی شکل یہ ہوگی کہ وہ تجربہ (کاربن ۱۴ کا) جو عمر معلوم کرنے کے لئے کرنا تھا وہ نہیں ہوگا اور بہانہ یہ کیا ہے کہ اس کی ٹیکنیک ابھی زیادہ اعلیٰ درجے کی نہیں ہے۔ ہم انتظار کرتے ہیں جب وہ پوری طرح Develop ہو جائے گی تو پھر یہ تجربہ کریں گے۔ اس کپڑے پر حضرت مسیح کی تصویر بھی آ گئی ہے۔ حضرت مسیحؑ کے چہرے پر بھی زخم تھے آپ اپنے زمانہ کے بڑے مظلوم انسان تھے۔ آپ کے سارے جسم پر مرہم لگانی پڑی تھی اور اس کی وجہ سے اس کپڑے پر آپ کے نقوش نیگیٹیو کی شکل میں آ گئے ہیں چنانچہ اب لوگوں نے پہلی دفعہ حضرت مسیح کی اصل شکل دیکھی ہے۔ یونانی چرچ اور اٹیلین چرچ نے دو مختلف شکلیں بنائی ہوئی تھیں اور وہ دونوں غلط ثابت ہوئی ہیں۔ بہرحال انہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ اکتوبر میں تحقیق ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرف سے ان پر دباؤ پڑا ہے کہ جماعت احمدیہ اتنا شور مچا رہی ہے اور تم نے ان کو ایک اور ہتھیار دے دیا ہے کہ تم ڈر کے مارے کہتے ہو کہ ہم نے سائنسی تحقیق نہیں کروائی۔ یہ میرا خیال ہے صحیح ہے یا غلط اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس دوسری

سائنٹیفک تحقیق کے لئے کم وبیش پچاس سائنسدان آ رہے ہیں۔ امریکن چوٹی کے ماہرین بھی آ رہے ہیں۔ ساؤتھ امریکہ جو کہ پکا کیتھولک ہے وہاں کا ایک سائنسدان بھی انہوں نے شامل کر لیا ہے۔ ٹھیک ہے شامل کر لو لیکن اصل اعلان یہ ہے کہ ٹیورن میں وہ جو تحقیق کریں گے، تصویریں لیں گے اور تجربے کریں گے اس کا نتیجہ تیس سال کے بعد بتایا جائے گا۔ تحقیق آج کر رہے ہو اور نتیجہ تیس سال کے بعد بتاؤ گے اس میں کیا حکمت ہے۔ بہرحال ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ اس طرح انہوں نے اپنی کمزوری کا اعلان کر دیا ہے۔ اگر تمہیں دلیری ہوتی تو تم کہتے کہ یہ بھی کر کے دیکھ لو۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر یہ فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر سرینگر محلّہ خانیار میں ہے۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ نہ نہ اسے کھودنا نہ کہ ہمیں یہ وہم ہو کہ اگر اسے کھودا گیا تو اندر سے کچھ اور نکل آئے گا جیسے کہ لوگ اب یہاں تک پہنچے ہوئے ہیں کہ جب میں انگلستان میں تھا تو ہندوستان میں کسی نے یہ خبر چلا دی کہ وہ قبر کھودی گئی اور اندر سے گدھے کی قبر نکلی۔ یہ بات ہندوستان کے کسی اخبار میں چھپ گئی حالانکہ قبر بالکل نہیں کھودی گئی۔ پریس کانفرنس میں مجھ سے پوچھتے بھی رہے اور میں کہتا رہا ہوں کہ ضرور کھودنی چاہیئے۔ ہم نے وہاں ریزولیوشن بھی پاس کیا تھا۔ اس کی تحقیق ہونی چاہیئے۔ کھودنے کا یہ مطلب نہیں ہے وہ قبر کھودی جائے بلکہ وہاں جو ہمیں قبر نظر آتی ہے وہ مصنوعی حصہ ہے اصل قبر نیچے ہے۔

یہ پرانا طریق ہے کہ اصل قبر سے آٹھ دس فٹ اوپر ایک کمرے میں اسی شکل کی ایک مصنوعی قبر بنا دیتے تھے۔ یہ جو قبر ہے اس کی دیواروں پر جہاں چراغ رکھنے کے لئے جگہ بنی ہے وہ لکڑی کی صلیب ہے۔ کسی خانقاہ میں کسی مسلمان کی قبر پر صلیب بنا کر دیا نہیں رکھا جاتا لیکن وہاں پرانی صلیب بنی ہوئی ہے اور اس پر دیے رکھے جاتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بیس سو سال میں کئی دفعہ مرورِ زمانہ سے مقبرے کی عمارت مرمت طلب ہوئی ہوگی اور مرمتیں ہوئی ہوں گی، اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی لیکن وہ صلیب کا نشان بتا رہا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی قبر نہیں ہے۔

غرض یہ کانفرنس خدا کے فضل سے بڑی کامیاب رہی لیکن یہ نہیں کہ یہ کافی ہے بلکہ یہ ہم

نے ایک اور قدم آگے بڑھایا ہے اور اس کے بعد بہت سے اورقدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ جب تک دنیا میں عیسائی موجود ہیں ان کو اسلام کی طرف لانا ان کی خیر خواہی کے لئے تا کہ وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کریں۔ ہماری یہ جدوجہد اور یہ جہاد تو جاری رہنا چاہیئے اور جاری رہے گا۔ ابھی تو یورپ میں چند ایک لوگ ہی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ ہم نے Census (مردم شماری) تو نہیں کروایا لیکن مغربی افریقہ میں ہمارے جس قدر احمدی ہیں ان کی تعداد کو مدِنظر رکھتے ہوئے میرا یہ اندازہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی کوششوں میں خدا نے برکت ڈالی اور ان کوششوں کے نتیجہ میں پانچ لاکھ سے زیادہ عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ میں ان کے بچوں وغیرہ کو شامل کر کے کہہ رہا ہوں۔ پانچ لاکھ بالغ مرد مراد نہیں اور یہ عیسائیت کو ہلا دینے والی بات ہے۔اس وجہ سے بھی وہ بڑے گھبرائے ہوئے ہیں۔

بعض بہت پڑھے لکھے لوگوں سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ یورپ کے ایک حصے کو یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ اسلام کی تعلیم بہت حسین ہے۔ میں جب بھی غیر ممالک کے دورہ پر جاتا ہوں ان کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اسلام جو کچھ انہیں پیش کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان کے پاس موجود ہے اور اس کے بغیر ہم ان کو اسلام کی طرف متوجہ ہی نہیں کر سکتے۔ پڑھے لکھے لوگ ہیں دنیوی علوم میں سائنس میں ترقی یافتہ ہیں، چاند پر اتر گئے ہیں آسمان کی خبریں لاتے ہیں، مادی عیش وعشرت کے بے تحاشا سامان پیدا کر لئے ہیں اس لئے جب تک ہم ان کو اس بات کے سمجھانے میں کامیاب نہ ہو جائیں کہ اسلام جو چیز پیش کر رہا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان کے پاس ہے اس وقت تک وہ ہماری طرف توجہ ہی نہیں کریں گے وہ پاگل تو نہیں ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں (ہمیں تو اپنے آپ سے ہی غرض ہے اس لئے آپ اپنی باتیں کیا کریں اوروں کی باتیں کرنا چھوڑ دیں) کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی جو تفسیر انسان کے ہاتھ میں دی ہے اسے چھوڑ کر ترقی یافتہ یورپ کو یہ سمجھایا ہی نہیں جا سکتا کہ جو کچھ ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان کے پاس موجود ہے۔اس بات کے لئے ان پر تنقید بھی کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً فرینکفرٹ میں بڑی دلچسپ اور بہت لمبی ڈھائی تین گھنٹے کی پریس کانفرنس ہوئی تھی۔ پہلے تو میں نے ان کو کہا کہ کوئی سوال

کرو لیکن وہ سب چپ ہو گئے پھر میں نے کہا کہ اچھا پہلے میں باتیں کرتا ہوں اور بعد میں تم سوال کرنا۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ ماڈرن سویلائزیشن (Modern Civilization) جس پر تمہیں فخر ہے اور دنیا کے دوسرے خطوں میں بسنے والے بہت سے لوگ جو تمہارے ساتھ تعلق نہیں رکھتے تمہاری نقل کرنے میں بھی فخر محسوس کرتے ہیں This Great Modern Civilization میں مجھے بہت سی بنیادی کمزوریاں نظر آتی ہیں ان میں سے تین چار کمزوریاں میں نے ان کو بتائیں۔ ایک کمزوری میں نے یہ بتائی کہ یہ سویلائزیشن، تمہاری یہ تہذیبِ حاضر معاف کرنا نہیں جانتی۔ میں جرمنی میں بول رہا تھا انہوں نے دو جنگیں لڑی ہیں اور دونوں میں ہی ان کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ تم نے دو جنگیں لڑی ہیں پہلی کو تو میں چھوڑتا ہوں دوسری جنگِ عظیم کو لے لیں اس جنگ کے بعد تم پر بہت سا تاوان ڈالا گیا۔ تمہارے ملک میں چھاؤنیاں بنالیں۔ تمہیں غلام بنالیا، تمہیں حقارت سے دیکھا۔ اس بات کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے کہ جنگ میں تم نے یعنی جرمنوں اور ان کے ساتھیوں نے ایلائز (Allies) سے تعلق رکھنے والے انسانوں کو زیادہ تعداد میں قتل کیا یا انہوں نے تمہارے زیادہ آدمی مارے۔ جب جنگ ہو رہی تھی تو کسی ایک نے جیتنا تھا وہ جیت گئے اور تم ہار گئے لیکن تمہیں معاف نہیں کیا گیا اور یہ تمہاری تہذیب کی کمزوری ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں یہ واقعہ بھی ہوا ہے کہ ایک شخص کو رؤسائے مکہ نے تیرہ سال تک مکی زندگی میں اور پھر ہجرت کے بعد بھی ان کے پیچھے جا کر قریباً سات سال تک دکھ پہنچائے۔ متواتر بیس سال تک انتہائی قسم کے مظالم ان کے خلاف کئے گئے۔ He had to face the worst type of persecution اور قریباً بیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا کہ آپ مکے کی فصیلوں پر کھڑے تھے اور اہل مکہ جو بیس سال تک مظالم ڈھاتے رہے تھے ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ میان سے اپنی تلواریں باہر نکال سکتے اور اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہوئی تھی کہ آپ جو چاہتے ان سے سلوک کر لیتے لیکن آپ نے جو سلوک ان سے کیا وہ یہ تھا کہ ’’جاؤ تم سب کو معاف کیا‘‘ میں یہ بتا رہا ہوں کہ اس طرح ہم اسلام کی خوبیاں ان لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دو چار اور باتیں ان کو بتائیں اور اس

کے بعد پھر وہ سوال پوچھنے لگ گئے۔

سٹاک ہام میں ایک صحافیہ پریس کانفرنس میں ذرا دیر سے آئی اور بیٹھتے ہی کہنے لگی کہ اسلام عورتوں کے متعلق کیا کہتا ہے۔ یورپ میں اسلام کے متعلق بڑا زہر پھیلایا ہوا ہے کہ اسلام عورت کو عزت اور احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، اس کے حقوق کو نہیں پہچانتا اور اس کے حقوق اسے نہیں دیتا وغیرہ یہ تو اسلام کے دشمنوں کا کام ہے وہ انہوں نے کیا۔ میں نے اسے کہا کہ چودہ سو سال پہلے قرآن کریم میں ان الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے کہ عورت ہو یا مرد جو بھی اعمالِ صالحہ بجالائے گا اس کو ایک جیسا ثواب ملے گا۔ کہنے لگی مجھے تو قرآن کریم کی آیت دکھائیں۔ ہوٹل میں ہمارے کمرے کے پاس ہی پریس کانفرنس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے بیڈروم سے قرآن کریم منگوایا اور اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کا ترجمہ سنایا۔ کہنے لگی کہ مجھے اس کا ریفرنس نوٹ کروائیں کہ کس سُورت کی کون سی آیت ہے۔ چنانچہ وہ اس نے نوٹ کیا۔ پھر میں نے ایک اور آیت اس کو بتائی اسے بھی نوٹ کیا۔ پھر وہ سوال کرتی رہی اور میں بتاتا رہا کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ وہ جذباتی ہو رہی تھی لیکن میرے سامنے زیادہ نہیں ہوئی۔ جب ہم وہاں سے اٹھے اور وہ کمرے سے باہر نکلی تو وہ آنسوؤں سے رو رہی تھی اور ہمارے ایک ساتھی کو کہنے لگی کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اتنی حسین تعلیم تمہارے پاس ہے اور تم اتنی دیر کے بعد ہمارے پاس کیوں پہنچے ہو تمہیں پہلے آنا چاہیئے تھا۔

ہزار میں سے شاید ایک آدمی ہو جس کو یہ احساس پیدا ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ کام تو شروع ہو گیا۔ یہ خدا تعالیٰ نے ایک تدبیر کی ہے اب وہ اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ وہ لوگ اپنے سے نالاں ہیں۔ ہر روز ایک حصہ اٹھتا ہے اور اپنی برائیاں بیان کر دیتا ہے۔ ایک دن ہمارے سامنے کھانے کے بارہ میں پروگرام آ گیا کہ آدمی بیمار ہو رہے ہیں اور مر رہے ہیں۔ اس نے بتایا کہ ہمیں غلط قسم کا کھانا دیا جا رہا ہے جو زہریلا ہے اور اس کی وجہ سے اتنے عرصہ میں بارہ ہزار آدمی مر چکا ہے اور پتا نہیں کتنا بیمار ہوا ہے ہمیں اس سلسلہ میں فکر کرنی چاہیئے۔ میں ان کو بتاتا رہا ہوں اور یہ پوائنٹ بھی ان کے سامنے لایا ہوں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن کریم نے کھانے کے متعلق جو تعلیم دی ہے وہ اس پر عمل نہیں کر رہے اگر وہ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل

کریں تو کھانے کی وجہ سے اس قسم کی بیماریاں اور اموات نہ ہوں۔ باقی جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے بہرحال اس دنیا سے جانا ہے یہ تو نہیں ہے کہ قیامت تک سب نے زندہ رہنا ہے لیکن تکلیفیں اٹھا کر اور بیماریوں سے اپنی زندگی کے دن گزار کر مرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان قرآن کریم کی تعلیم پر عمل نہیں کرتا۔ پھر ان قوموں میں دوسرے جھگڑے لڑائیاں اور سٹرائیکس (Strikes) وغیرہ بہت ہیں۔ میں ان کو کہتا رہا ہوں کہ عجیب بات ہے کہ مزدور اپنے حقوق کے حصول کے لئے سٹرائیک کرتا ہے لیکن اس مزدور کو یہ پتا نہیں کہ اس کے حقوق ہیں کیا جن کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہمیں اسلام بتاتا ہے۔ اس طرح بات چھڑتی ہے۔ پھر ان کو بتاتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ اچھا! یہ حقوق ہیں۔ میں نے امریکہ میں ایک جگہ ان کو کہہ دیا کہ دیکھو تم میں سے کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرے گا کہ وہ یہ کہے کہ اسلام کی یہ تعلیم غلط ہے اور ہمارا دماغ اسے قبول نہیں کرتا۔ میں نے پہلے ان کو کہہ دیا اور پھر میں نے کہا کہ اب میں تعلیم بتاتا ہوں اور سب نے اسلامی تعلیم کی عظمت کو تسلیم کیا۔

پس ان لوگوں کے دل میں ایک احساس پیدا ہوا ہے اور میرے دل میں اس کے ردِ عمل کے طور پر یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ بڑی اہم ذمہ داری ہے جو ہم پر ڈالی گئی ہے، بڑے کٹھن مراحل ہیں جن میں سے ہمیں گزرنا ہے۔ پس تم آرام طلب زندگیاں نہ گزارو۔ ساری دنیا کی ہدایت کی ذمہ داری جماعت احمدیہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے اس کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرو۔ سارا کچھ نہیں کر سکتے، یہ میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں، لیکن جو کچھ کر سکتے ہو وہ تو کرو۔ خدا نے یہ کہا ہے کہ جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرو اور اگر وہ اس چیز کا ایک کروڑواں حصہ ہوا جو مطلوبہ نتائج پیدا کرنے کے لئے ہونا چاہیئے تو باقی سارا کچھ میں کروں گا اور اس سارے کا ثواب تمہیں دے دوں گا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے لئے تو کوئی ثواب نہیں مقرر کیا ہوا وہ تو قادرِ مطلق اور خالقِ کل ہے ہر چیز اس کی ملکیت ہے اس نے کسی سے کیا لینا ہے وہ تو بڑی عظمت اور جلال والا ہے کرے گا وہ اور ثواب آپ کو دے دے گا اور یہ گھاٹے کا سودا تو نہیں ہے۔ غرض میرے دل میں یہ ردِ عمل پیدا ہوتا ہے اور اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر بڑی گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔

دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ساری جماعت کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ساری دنیا کے لئے دعائیں کرو۔ یہ لمبا مضمون ہے۔ میں انشاء اللہ اگلے خطبہ میں یا اس سے اگلے کسی خطبہ میں جب موقع ملا اسے بیان کروں گا لیکن اس وقت مختصراً یہ کہوں گا کہ ساری دنیا کے لئے دعائیں کرو، ہر ملک کے لئے دعائیں کرو اور اپنے ملک کے لئے خصوصیت سے دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کے استحکام کے سامان پیدا کرے اور یہاں کے لوگ آپس میں اخوت اور بھائی چارے کے ماحول میں زندگی گزارنے والے ہوں اور جو حسین معاشرہ اسلام دنیا میں پیدا کرنا چاہتا ہے جہاں وہ یورپ میں دوسرے ممالک میں پیدا ہوگا وہاں ہمارے ملک میں بھی پیدا ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۷ تا ۱۴)

۞۞۞